67

ہماری ذمہ واری عظیم الشان ہے

(فرمودہ ۸ ر ستمبر ۱۹۲۲ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسان جب کوئی کام شروع کرتا ہے تو پہلے اندازہ کرلیتا ہے کہ کتنا بڑا کام ہے۔ اس کے مطابق پھر وہ اپنی طاقت خرچ کرتا ہے۔ اگر کام بڑا ہو تو زیادہ محنت اور کوشش کرتا ہے۔ اور اگر چھوٹا ہو تو اس کے مناسب زور لگاتا ہے یہ بات ایسی ضروری سمجھی گئی ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی میں اتنے نقصان سمجھے گئے ہیں۔ کہ خدا نے ایک ایسی قوت پیدا کی ہے۔ جو بتاتی ہے کہ کسی کام کے لئے کتنی قوت ضروری ہے۔ جیسے کان ہیں جو سن کے بتاتے ہیں کہ کیسی آواز ہے کس قسم کی آواز ہے اور کس کی آواز ہے۔

دیکھو عالم کون ہے وہ جو تاریخ جانتا ہے' زبان' جغرافیہ' حساب' ڈاکٹری' قانون جانتا ہے۔ مگر یہ علوم کہاں سے آئے۔ دوسروں نے ذرہ ذرہ ملایا۔ کسی نے کوئی چیز معلوم کی کسی نے کوئی وہ سب جمع ہو گئیں اور ہم کانوں کے ذریعہ سنکر ان علوم سے واقف ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم کانوں کے ذریعہ ہی بولنا سیکھتے ہیں۔ جو پیدائشی بہرے ہوں۔ وہ بول بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ انسان کو سنکر ہی آتا ہے پس اگر کان نہ ہوتے تو زندگی دو بھر ہو جاتی۔

اور اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو علوم رائیگاں جاتے اور انسان ہر وقت خطروں میں پڑا رہتا۔ وہ کنویں۔ گڑھے۔ ٹیلے میں تمیز نہ کر سکنے کے باعث ٹھوکریں کھاتا پھرتا۔ کان کے ذریعہ سنتا ہے۔ مگر کان جو کچھ سنتے ہیں وہ سب محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے قدرت نے آنکھ دی ہے۔ جو کتاب سے دیکھ کر پڑھ لیتی ہے۔ اس طرح علوم محفوظ ہو جاتے ہیں۔ آج جو کتابیں لکھی جاتی ہیں وہ ہزار سال کے بعد بھی پڑھی جائیں گی اور اس وقت کے لوگ بھی ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے لیکن اگر صرف زبانی باتیں ہوں تو انسان خود بھی ان سب کو یاد نہیں رکھ سکتا۔ پس اگر آنکھیں نہ ہوتیں تو بھی علوم ضائع ہو جاتے۔ اور پھر رنگوں کے تغیرات سے جو انسان علوم حاصل کرتا ہے۔ وہ بھی نہ کر سکتا۔

مثلاً پھلوں کے متعلق دیکھتا ہے کہ وہ سبز ہیں۔ اور ابھی پکے نہیں اور پھر رنگت میں ایک خاص تغیر آتا ہے۔ وہ زردی مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ تغیر بتاتا ہے کہ پھل پک گیا۔ اگر آنکھ نہ ہوتی تو یہ نہ معلوم کر سکتا۔ اور رنگوں سے جو کام چلتے ہیں وہ بھی بند ہو جاتے علاوہ ازیں وہ عزیزوں رشتہ داروں کو دیکھتا ہے اور ان سے جو مسرت حاصل کرتا ہے۔ وہ بھی نہ کر سکتا۔ چاند ستاروں کو دیکھتا ہے۔ نگاہ بتاتی ہے کہ فلاں ستارہ کہاں ہے اور فلاں ستارہ کہاں۔ اور اس سے وہ اپنے سفر میں کام لیتا ہے۔ لیکن نگاہ نہ ہو تو بھٹکتا پھرتا۔ پھر ستاروں کو ہی دیکھ کر جو جنتریاں بنتی اور کاروبار میں آسانی بہم پہنچاتی ہیں وہ بھی نہ ہوتیں۔

پھر زبان چکھنے کے لئے ہے وہ نہ ہوتی تو میٹھے اور پھیکے۔ کڑوے اور کھٹے کا فرق نہ ہوتا۔ اور ناک سے خوشبو اور بدبو معلوم کرتا ہے۔ تمام خوشبو دار چیزیں مفید ہوتی ہیں اور بدبودار مضر اس لئے ناک کے ذریعہ نقصان رساں چیزوں سے بچتا اور مفید سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر جسم میں سردی گرمی کا احساس رکھا گیا ہے اگر یہ احساس نہ ہوتا تو برف میں بیٹھا رہتا اور اسے احساس نہ ہوتا۔ نمونیہ ہو کر ہلاک ہو جاتا۔ یا گرمی میں پسینہ نکلتا ہے۔ اس کے لئے پنکھا جھلتا ہے اگر گرمی کا احساس نہ ہوتا تو گرمی میں کام کرتا۔ اور پسینہ نکل نکل کر اس کا خون اس قدر کم ہو جاتا کہ وہ ہلاک ہو جاتا۔ پھر نرم اور سخت کا احساس بھی انسان کے لئے مفید ہے۔ اگر سخت چیز کو محسوس نہ کر سکتا تو زخمی ہو جاتا اور اس کو پتہ بھی نہ لگتا۔ (اس موقع پر بارش برسنے پر سمٹ کر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا تاکہ جو لوگ صحن میں ہیں وہ بھی اندر آسکیں)

غرض جس طرح سننے، دیکھنے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی قوت ہے اسی طرح ایک قوت انسان میں ایسی بھی ہے جو بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوت کی ضرورت ہے۔ پہلے یہ قوت معلوم نہ تھی۔ مگر اب نئے ذرائع اور آلات سے معلوم ہوئی ہے۔ پہلے لوگ پانچ حواس قرار دیتے تھے اب معلوم ہوا کہ نو حواس ہیں۔ ان میں سے ایک حس یہ ہے جس کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ وہ بتاتی ہے کہ فلاں کام کے لئے کتنی قوت کی ضرورت ہے۔ اس طاقت کے رکھنے میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر بڑا احسان فرمایا کیونکہ اس سے انسان اپنی طاقتوں کو تباہ کرنے سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں مجھ کو کتنی طاقت لگانی چاہیئے۔ اور کہاں کتنی اس طرح اس کی زائد طاقت ضائع نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک قلم انسان اٹھانا چاہتا ہے وہ قوت اس کو بتا دیتی ہے کہ اس کے لئے کتنی طاقت کی ضرورت ہے اگر یہ نہ ہوتی تو انسان پیسہ کے اٹھانے کے لئے بھی اتنی ہی طاقت لگاتا جتنی من بھر بوجھ کے اٹھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور اس طرح اب جو انسان ساٹھ ستر سال زندہ رہتا ہے اس کی بجائے پندرہ بیس سال میں مرجاتا۔

خدا نے اس حس کو پیدا کرکے انسان کی طاقت کو محفوظ کردیا ورنہ انسان ہلاک ہو جاتا۔ مگر جہاں یہ خطرہ تھا کہ تھوڑے کام کے لئے زیادہ طاقت خرچ کرکے انسان اپنی قوت کو تباہ نہ کرلے۔ وہاں یہ بھی خطرہ ہے کہ انسان بڑے کام کے لئے تھوڑی طاقت صرف کرکے اپنے کام ہی کو تباہ کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر نہر کو بند کرنے کی ضرورت ہو۔ اور کوئی شخص اس میں ایک بورا مٹی کا ڈالے تو نہر کا پانی بجائے رکنے کے اس کو بہالے جائے گا۔ لیکن اگر ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ ہو جس سے ہم نہر میں یکدم اتنی مٹی ڈال سکیں جس سے تھوڑی دیر کے لئے اس میں روک پیدا ہو سکے۔ تو پھر اس وقفہ کے دوران میں زیادہ مٹی ڈال سکتے ہیں۔ یا مثلاً پرنالے بہتے ہیں۔ اگر ان کو بند کرنے کے لئے تولہ بھر مٹی ڈالی جائے تو اس سے پانی نہیں رکے گا۔ خواہ سارہ دن تولہ تولہ مٹی ڈالی جائے لیکن اگر یکدفعہ کافی مٹی ڈال دی جائے تو پانی رک جائے گا۔

میں نے اپنی جماعت کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ ہمارا کام عظیم الشان حیثیت رکھتا ہے۔ اور دنیا کے تمام کاموں سے بڑا ہے۔ چونکہ ہم دنیا میں حقیر سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا بڑا کام دنیا کی نظر میں معمولی ہے اور دنیا کے معمولی کام اہم۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ کام ہمارا ہی سب سے بڑا ہے۔ اگر انگریزوں کا ایک وزیر ایک دن کی بھی چھٹی لے یا کسی کام پر باہر جائے تو اس کے متعلق تمام اخبارات میں تاریں چھپ جاتی ہیں۔ اس قدر بڑی اس کی شخصیت سمجھی جاتی ہے۔ مگر دیکھنا چاہیئے کہ انگریزوں کے ایک وزیر کا نہیں سب کا کیا کام ہے۔ یہی کہ برطانیہ میں ہندوستان اور چند اور ممالک میں جو ان کے ماتحت ہیں امن قائم رکھنا ان کا فرض ہے۔ اگر وہ اپنے اس فرض کو پورے طور پر ادا کریں۔ اور اس میں کامیاب ہو جائیں تو بھی کیا ہے لوگوں کو تیس چالیس یا ساٹھ ستر سال کی زندگی میں امن مل جائے گا وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوں تو ساٹھ ستر سال تک امن ہو گا مگر مرنے کے بعد لوگوں کو جو عذاب ملے گا اس سے ان کو بچانے والا کون ہوتا۔ یہ وزیر اور بادشاہ تو خود پکڑے ہوئے ہوں گے۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو عقل دی۔ طاقت دی پھر تم نے ہماری بجائے ایک انسان کو کیوں خدا بنایا۔ اس وقت تو وہ اپنے کئے کے جوابدہ ہونگے۔ دوسروں کو کیا بچائیں گے۔ اسی طرح دوسری حکومتیں ہیں مثلاً فرانس' امریکہ' جاپان اچھا کام کر رہی ہیں۔ لیکن ان کا کام انہی کے علاقوں سے متعلق ہے۔ اور اسی دنیا کی زندگی تک محدود ہے۔

مگر ہمارا کام بہت وسیع ہے انگلستان کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ہندوستان کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ امریکہ کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے فرانس کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ جرمنی کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ روس کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے کابل کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ ایران کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ چین کا کام بھی ہمارے ذمہ ہے۔ غرض ساری دنیا کا کام ہمارے ذمہ ہے پھر ان کا

کام صرف اس دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر ہمارا کام ہمیشہ کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے وہ اس زندگی کو پرامن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ہم نہ صرف اس زندگی کو پرامن بنانا چاہتے ہیں بلکہ آئندہ زندگی کو پرامن بنانا بھی ہمارا کام ہے۔ ان کا کام یہیں ختم ہو جاتا ہے لیکن ہمارا کام یہیں پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ ابدالاباد تک جاتا ہے۔ ان کے کام کی حیثیت ایسی ہے جیسے کمانے والے شخص کے مقابلہ میں بچے کے کام کی ہو۔ بچہ کا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی باتوں اور حرکات پر ماں باپ ایک آن کی آن خوش ہو کر ہنس لیں۔ لیکن بڑے شخص کے کام پر کنبہ کی زندگی کا مدار ہوتا ہے پس ان کے کام یہیں ختم ہو جاتے ہیں مگر ہمارے کام آگے چلتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے چلتے ہیں۔ اب اگر ان میں سستی ہو جائے تو سمجھ لو کہ ہم کس قدر سرزنش کے قابل ہونگے۔

اس کام کے لئے جو اتنا اہم ہے ہمیں بہت بڑی طاقت کی ضرورت ہے اور اگر اس کے لئے پوری طاقت نہ صرف کی جائے تو ممکن ہے کی پہلی محنت بھی ضائع ہو جائے۔ اگر محنت کی رفتار یہ ہوگی جو ایک بہتے ہوئے پرنالے کے سامنے ایک تولہ مٹی کی ہوتی ہے تو خواہ کئی آدمی کام پر لگ جائیں وہ پرنالے کو بند نہ کر سکیں گے اور ان کی محنت اکارت جائے گی۔ اس لئے ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اس کا ہر ایک فرد پوری طاقت اور توجہ سے اس کام میں لگ جائے مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت میں کم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کام کی اہمیت کو سمجھا ہے۔ اور پھر اور بھی کم ہیں۔ جنہوں نے سمجھ کر اس کے مناسب طاقت خرچ کی ہے۔ ہمارا کام تو اس قسم کا ہے کہ ہماری جماعت کے ہر چھوٹے بڑے عالم غیر عالم امیر غریب بچے بوڑھے' مرد' عورتیں اس میں لگ جائیں۔ دیکھو جس وقت مکان خطرے میں ہو۔ تو یہی نہیں کہ بڑے ہی کام میں لگتے ہیں۔ بلکہ بچے بوڑھے عورتیں سب کے سب کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جب گھر میں آگ لگی ہوئی ہو تو نہ بچہ کے لئے آرام ہوتا نہ عورت اور بوڑھے کے لئے۔ بلکہ اس وقت گھر کا ہر ایک فرد کام میں تندہی سے مصروف ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا میں آگ لگی ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس آگ کو بجھائیں۔ اگر ہماری جماعت تھوڑی ہے۔ اور اگر وہ ساری بھی لگ جائے تو کام کے مقابلہ میں اس کی کوشش تھوڑی ہی ہوگی۔ مگر جس کا یہ کام ہے اس کا وعدہ ہے کہ جب ہم اپنی تمام جماعت لگا دیں گے۔ تو وہ مدد دے گا۔ اور خود اس کام کو درست کر دے گا۔ اس کا وعدہ ہے جب تم اپنی طرف سے پوری سعی کرو گے تو باقی سوراخ جو تم بند نہ کر سکو گے وہ خود بند کر دے گا خود کام میں سستی کرو گے تو اس کی طرف سے مدد نہیں آسکتی۔ لیکن تم اپنی طاقت خرچ کرو گے تو خدا کی غیرت جوش میں آئے گی کہ جب میرے بندے کمزور ہو کر اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ تو میں طاقت ور ہو کر کیوں نہ ان کے

کام کو انجام دوں۔ اور جب اس کی مدد آجاتی ہے تو ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں اور کمزور طاقتور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو قوت دے۔ غافلوں کو ہوشیار کرے اور ہمارے دلوں کو اپنی راہ میں کھول دے کہ ہم اس راہ میں سب کچھ خرچ کرتے ہوئے تنگی اور انقباض نہ محسوس کریں۔ تاکہ ہم اس کے فضلوں کے وارث ہوں۔

(الفضل ۱۴؍ ستمبر ۱۹۲۲ء)